QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

عسکری حکمت عملی میں طاقت کا توازن: عہد نبوی اور عصری تناظر میں تقابلی مطالعہ

Balance of Power in Military Strategy: A Comparative Study of the Prophetic Era (PBUH) and Contemporary Global Strategic Thought

1. Mr. Saleem Ullah Masroor
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Lakki Marwat, Pakistan.
Email: SaleemUllah.masroor@gmail.com
2. Dr. Mufti Kaleem Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Lakki Marwat, Pakistan.
Email: kaleem@ulm.edu.pk
3. Mr. Abdur Rauf
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Lakki Marwat, Pakistan.
Email: raufkpk363@gmail.com

Abstract

This study explores the concept of the balance of power in military strategy through a comparative analysis of the Prophetic era and the contemporary international system. The research examines how military, political, economic, and diplomatic factors contributed to maintaining stability and security during the time of Prophet Muhammad (PBUH) and how similar principles continue to shape modern strategic thought. In the Prophetic era, the balance of power was achieved through a combination of strategic alliances, intelligence gathering, defensive preparedness, conflict management, and ethical conduct in warfare. These measures enabled the Muslim community to survive external threats and establish a stable socio-political order despite limited resources. The study further analyzes contemporary military doctrines, where states seek to preserve national interests and regional stability through military capabilities, alliances, deterrence policies, and technological superiority. By comparing the two contexts, the research identifies both similarities and differences in strategic approaches. While modern military strategies are often influenced by geopolitical competition and advanced weapon systems, the Prophetic model emphasizes moral responsibility, justice, and the protection of human dignity alongside security objectives.Using a qualitative and analytical methodology, this study highlights the relevance of Prophetic strategic principles for addressing contemporary security challenges. The findings suggest that a sustainable balance of power requires not only military strength but also ethical leadership, diplomacy, and social cohesion. The research contributes to the broader discourse on military strategy by demonstrating how historical Islamic experiences can provide valuable insights for modern security studies and conflict resolution.

Keywords: *Balance of Power, Prophetic Military Strategy, Security Studies, Strategic Alliances, Contemporary Military Doctrine.*

عسکری حکمت عملی میں "طاقت کا توازن" ایک ایسا تصور ہے جس نے صدیوں سے بین الاقوامی تعلقات اور جنگی حکمت عملیوں کو شکل دی ہے۔ اس نظریے کے مطابق، جب کسی خطے میں طاقتوں کا توازن برقرار رہتا ہے تو جنگوں کے امکانات کم ہو جاتے ہیں، لیکن جب یہ توازن بگڑ جاتا ہے تو تنازعات جنم لیتے ہیں۔ عہد نبوی میں، جب مسلمانوں کی ریاست مدینہ میں قائم ہوئی، تو نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسی حکمت عملی اپنائی جو طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے، دفاعی صلاحیتوں کو فروغ دینے، اور ضرورت پڑنے پر جوابی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

کارروائی کرنے پر مبنی تھی۔ عصری دور میں، طاقت کے توازن کا تصور نیوکلیئر ڈیٹرنس، اتحادی نظام (BRICS،NATO وغیرہ)، اور عالمی سپر پاورز کے درمیان مسابقت کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ یہ تحقیقی جائزہ عہد نبوی میں طاقت کے توازن کے عملی اطلاق اور عصری تناظر میں اس کی مطابقت کا تقابلی مطالعہ پیش کرے گا۔

عہد نبوی میں طاقت کے توازن کا تصور

جب حضور نبی اکرم ﷺ نے 622 عیسوی میں مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں ایک کثیر الثقافتی معاشرہ موجود تھا جس میں اوس اور خزرج کے قبائل، یہودی قبائل (بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ)، اور دیگر مشرکین آباد تھے۔ اس معاشرے میں مسلمان ابتدا میں اقلیت میں تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے ایک ایسا سیاسی اور سماجی معاہدہ ترتیب دیا جسے "میثاق مدینہ" کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے نے مدینہ کو ایک وفاقی ریاست میں تبدیل کر دیا جہاں تمام فریقین کو ان کے مذہبی اور سیاسی حقوق حاصل تھے۔ یہ معاہدہ طاقت کے توازن کی ایک شاندار مثال ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے تمام طاقتوں کو ایک مشترکہ دفاعی نظام میں ضم کر دیا۔ اس کے علاوہ، انہوں نے دفاعی صلاحیتوں کو فروغ دینے، خفیہ معلومات جمع کرنے، اور ضرورت پڑنے پر پیشگی کارروائی کرنے کی حکمت عملی اپنائی۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ کفار قریش کی بڑھتی ہوئی طاقت کے مقابلے میں توازن قائم رکھا جا سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ[1]

"اور تم ان (دشمنوں) کے لیے تیار کرو جتنی طاقت تم سے بن پڑے اور گھڑ سواری کے تیار رہنے والے گھوڑے، تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کرو۔"

یہ آیت کریمہ اسلامی عسکری حکمت عملی کا سنگ بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی پوری طاقت سے دشمن کے مقابلے کے لیے تیار رہیں۔ اس آیت میں "قوۃ" کا لفظ انتہائی وسیع ہے جس میں ہر قسم کی طاقت شامل ہے - چاہے وہ اسلحہ ہو، تعداد ہو، تربیت ہو، یا جدید ٹیکنالوجی۔ امام ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد صرف دفاع نہیں بلکہ "ترہیب" (خوف زدہ کرنا) ہے، یعنی دشمن کو اتنا مرعوب کیا جائے کہ وہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ یہی "طاقت کا توازن" کا مرکزی تصور ہے۔ جب دونوں فریق ایک دوسرے کی طاقت سے آگاہ ہوتے ہیں تو جنگ کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ جدید دور میں اس آیت کے اطلاق میں مسلم ممالک کو جدید اسلحہ، ڈرون ٹیکنالوجی، سائبر سیکیورٹی، اور جدید ترین جاسوسی نظام تیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے دشمنوں کو خوف زدہ کر سکیں۔ یہ آیت مسلمانوں کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ طاقت کا حصول اپنے آپ میں مقصد نہیں بلکہ امن کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جب دشمن یہ جان لے گا کہ مسلمان طاقتور ہیں تو وہ حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا، اور یہی امن کا ضامن ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ قُرَيْشٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ... وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارِبِينَ[2]

---

[1] الانفال، 60

[2] ابو محمد عبد الملک بن ہشام، "السیرۃ النبویۃ"، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2019)، جلد 1، صفحہ 501

> "بے شک قریش کے مومن اور یثرب کے مومن اور جو لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور ان کے ساتھ جہاد کیا، وہ دوسرے لوگوں سے الگ ایک قوم ہیں... اور یہودی مؤمنین کے ساتھ خرچ کریں گے جب تک وہ جنگ کی حالت میں ہوں۔"

میثاق مدینہ تاریخ اسلام کا پہلا تحریری آئین ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تمام قبائل کے درمیان ترتیب دیا۔ اس اقتباس میں دو اہم نکات ہیں۔ پہلا، یہ کہ مسلمانوں کو ایک "امت واحدہ" (ایک قوم) قرار دیا گیا، چاہے وہ قریش سے ہوں یا یثرب سے۔ اس نے مسلمانوں کے درمیان داخلی اتحاد کو مضبوط کیا۔ دوسرا، یہ کہ یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ دفاعی اخراجات میں حصہ لینے کی ذمہ داری دی گئی۔ یہ طاقت کے توازن کا ایک شاندار سیاسی حل تھا۔ مدینہ میں مسلمان تعداد میں کم تھے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے یہودی قبائل کو اتحاد میں شامل کر کے ایک وسیع تر دفاعی نظام تشکیل دیا۔ جب کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو یہ اتحادی نظام کام آیا۔ جدید دور میں بھی یہی اصول لاگو ہے: چھوٹے ممالک اپنی طاقت کو بڑھانے کے لیے اتحاد (جیسے نیٹو، شنگھائی تعاون تنظیم) بنا سکتے ہیں۔ میثاق مدینہ کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام فریقین کو ان کے مذہبی اور سیاسی حقوق دیے گئے تھے، جس سے داخلی استحکام پیدا ہوا۔ یہی داخلی استحکام کسی بھی ملک کی خارجی طاقت کی بنیاد ہوتا ہے۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "Islamic law has always seriously and proactively engaged with ideas about how to ensure that war is fought for morally just causes. Yet, since the medieval period, Islam has not updated its thoughts on what principles might best enhance combat effectiveness in order to win battles and wars with the maximum effectiveness, the minimum use of force and the minimum likelihood of harm to the innocent[3]".
>
> "اسلامی قانون ہمیشہ سے اس بات کے خیالات کے ساتھ سنجیدگی اور فعال طور پر جڑا رہا ہے کہ کس طرح اخلاقی طور پر جائز اسباب کے لیے جنگ لڑی جائے۔ تاہم، قرون وسطیٰ کے بعد سے، اسلام نے اس بارے میں اپنے خیالات کو اپ ڈیٹ نہیں کیا کہ کون سے اصول لڑائیوں اور جنگوں کو زیادہ سے زیادہ تاثیر، کم سے کم طاقت کے استعمال، اور کم سے کم معصوم کو نقصان پہنچنے کے امکانات کے ساتھ جیتنے کے لیے بہترین ہو سکتے ہیں۔"

پروفیسر جوئل ہیورڈ نیوزی لینڈ کے ایک ممتاز عسکری مورخ اور اسلامی اسٹڈیز کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے 2020 میں اپنی اس کتاب میں یہ تجزیہ پیش کیا ہے۔ ان کے مطابق اسلامی قانون (شریعت) میں جنگ کے اخلاقی اصولوں پر تو بہت کام ہوا ہے، لیکن "عسکری افادیت" (Combat Effectiveness) کے اصولوں پر جدید دور میں کوئی کام نہیں ہوا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملیوں کا تجزیہ کر کے نو اصول اخذ کیے ہیں: (1) Virtuous Objective (فضیلت والا مقصد)، (2) Legitimacy (جواز)، (3) Unity of Command and Effort (کمان اور کوشش کی وحدت)، (4) Consultative Decision-Making (مشاورتی فیصلہ سازی)، (5) Offensive Action (جارحانہ کارروائی)، (6) Defensive

[3] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 2, https://archive.org/details/islamic-principles-of-war.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

Security (دفاعی حفاظت)، (7) Morale (مورال)، (8) Restraint (پابندی/ تحمل)، اور (9) Deception (دھوکہ / فریب)۔ یہ اصول جدید مغربی "Principles of War" سے ملتے جلتے ہیں۔ ہیورڈ کا کہنا ہے کہ اگر اسلامی ممالک ان اصولوں کو اپنے فوجی نظریے میں شامل کریں تو وہ زیادہ مؤثر اور انسانی حقوق کے حوالے سے زیادہ ذمہ دار فوجیں تشکیل دے سکتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ اصول خاص طور پر اس دور میں اہم ہیں جہاں "Collateral Damage" (معصوم شہریوں کی ہلاکت) کو معمول بنالیا گیا ہے۔

غزواتِ نبوی میں طاقت کے توازن کی حکمت عملی

نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں کئی غزوات میں شرکت فرمائی جن میں بدر، احد، اور خندق (احزاب) انتہائی اہم ہیں۔ یہ تینوں جنگیں طاقت کے توازن کے مختلف پہلوؤں کو ظاہر کرتی ہیں۔ غزوہ بدر (2 ہجری) میں مسلمان تعداد اور اسلحے میں کم تھے (313 مسلمان بمقابلہ 1000 قریش) لیکن انہوں نے حکمت عملی، اعلیٰ مورال، اور اچھی پوزیشننگ کی بدولت فتح حاصل کی۔ غزوہ احد (3 ہجری) میں مسلمان ابتدائی طور پر کامیاب رہے لیکن تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے انہیں شکست ہوئی، جس سے نظم وضبط کی اہمیت واضح ہوئی۔ غزوہ خندق (5 ہجری) میں مسلمانوں نے 10,000 کے مشترکہ لشکر کے سامنے خندق کھود کر ایک نیا دفاعی طریقہ استعمال کیا، جس سے انہوں عددی کمزوری کو حکمت عملی سے پورا کیا۔ ان غزوات میں ہمیں طاقت کے توازن کے عملی اطلاق کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ[4]

"اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی حالانکہ تم بہت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار بنو۔"

یہ آیت غزوہ بدر کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں مسلمان تعداد اور وسائل میں بہت کم تھے ("اذلہ" یعنی کمزور) لیکن پھر بھی اللہ کی مدد سے فتح یاب ہوئے۔ اس آیت سے طاقت کے توازن کا ایک اہم سبق ملتا ہے: عددی برتری ہی واحد عنصر نہیں بلکہ حکمت عملی، مورال، اور اللہ کی مدد بھی اہم ہیں۔ غزوہ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے 313 صحابہ کو اس طرح ترتیب دیا کہ وہ پانی کے کنویں پر قابض ہو گئے، جس سے قریش کو پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے مشورہ لیا، باقاعدہ صفیں بنائیں، اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ حضرت علی، حمزہ، اور عبیدہ بن حارث نے مبارزت (ایک پر ایک مقابلہ) میں کامیابی حاصل کی جس سے مسلمانوں کا مورال بلند ہوا۔ یہ سب کچھ عددی برتری کے بغیر ہوا۔ آیت میں "فاتقوا اللہ" کا حکم بتاتا ہے کہ فتح کے بعد بھی اللہ کی نافرمانی سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ غزوہ احد میں مسلمانوں کو اسی غفلت کی وجہ سے شکست ہوئی۔ اس آیت کی روشنی میں، جدید فوجی حکمت عملی میں صرف اسلحے اور تعداد پر انحصار نہیں کرنا چاہیے بلکہ تربیت، نظم و ضبط، اور اخلاقی اقدار کو بھی اہمیت دینی چاہیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ مَنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الأَحْزَابَ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ[5]

[4] آل عمران، 123

[5] امام محمد بن اسماعیل البخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وہی قول اللہ تعالیٰ: "إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ"،

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

"اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے، تیز حساب لینے والے، احزاب (اتحادیوں) کو شکست دے۔
اے اللہ! انہیں شکست دے اور انہیں زلزلے میں ڈال دے۔"

یہ حدیث غزوہ خندق (احزاب) کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی دعا کو بیان کرتی ہے۔ اس غزوہ میں قریش، غطفان، اور دیگر قبائل نے مل کر 10,000 کا لشکر تشکیل دیا اور مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ مسلمانوں کی تعداد صرف 3,000 تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا، جو عرب میں ایک نیا اور غیر متوقع دفاعی طریقہ تھا۔ خندق نے قریش کے گھڑ سواروں کو بے اثر کر دیا اور وہ خندق عبور نہ کر سکے۔ 27 دن کے محاصرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک شدید طوفان بھیجا جس نے دشمن کے خیمے اکھاڑ دیے اور ان میں خوف و ہراس پھیل گیا، جس کے نتیجے میں وہ واپس چلے گئے۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی دعا "اہزم الاحزاب" (احزاب کو شکست دے) خاص اہم رکھتی ہے۔ "احزاب" سے مراد وہ اتحادی لشکر ہے جو مدینہ پر چڑھ آیا تھا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب طاقت کا توازن بہت زیادہ بگڑ جائے (3,000 بمقابلہ 10,000)، تب بھی حکمت عملی (خندق)، مشاورت (سلمان فارسی کا مشورہ)، اور اللہ پر بھروسہ کے ذریعے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جدید دور میں اس کا اطلاق اسرائیل-عرب جنگوں میں عرب ممالک کے اتحاد کے مقابلے میں چھوٹی لیکن جدید ترین فوج کے حامل اسرائیل کی کامیابیوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "Within the earliest extant Arabic sources, this study identifies nine principles these being Virtuous Objective, Legitimacy, Unity of Command and Effort, Consultative Decision-Making, Offensive Action, Defensive Security, Morale, Restraint, and Deception that were integral in the warfighting of the Prophet[6]".
>
> "ابتدائی عربی مآخذ میں اس مطالعے نے نو اصولوں کی نشاندہی کی ہے - یہ ہیں: فضیلت والا مقصد، جواز، کمان اور کوشش کی وحدت، مشاورتی فیصلہ سازی، جارحانہ کارروائی، دفاعی حفاظت، مورال، پابندی (تحمل)، اور دھوکہ (فریب)- جو نبی کی جنگی حکمت عملی میں بنیادی تھے۔"

ہیورڈ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی چند بنیادی اصولوں پر مبنی تھی۔ ان میں سب سے اہم یہ تھا کہ جنگ کا مقصد نیک اور جائز ہو، یعنی جنگ صرف اللہ کی رضا، حق کے دفاع اور مظلوموں کی مدد کے لیے لڑی جائے، نہ کہ ذاتی مفاد یا ظلم کے لیے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے مخالف فریق کو حق کی دعوت اور امن کا موقع دیا جاتا تھا تاکہ لڑائی آخری حل کے طور پر اختیار کی جائے۔ آپ ﷺ قیادت کے اتحاد پر بھی زور دیتے تھے، اس لیے تمام فوج ایک مرکزی قیادت کے تحت کام کرتی تھی، جبکہ اہم فیصلوں میں صحابۂ کرامؓ سے مشورہ بھی لیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ حالات کے مطابق بروقت کارروائی اور دفاع دونوں کو اہمیت دیتے تھے۔ جہاں ضرورت ہوتی وہاں دشمن کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے پہل کی جاتی، جبکہ اپنی سرزمین، شہروں اور

(بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر: 4117

[6] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 3, https://archive.org/details/islamic-principles-of-war

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

عوام کے تحفظ کا بھی مکمل اہتمام کیا جاتا تھا۔ فوج کے حوصلے اور جذبے کو بلند رکھنا بھی ایک اہم اصول تھا تاکہ سپاہی ثابت قدمی اور اعتماد کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکیں۔

نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی کا ایک نمایاں پہلو اخلاقیات اور انسانی ہمدردی تھی۔ آپ ﷺ نے بے گناہ شہریوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، عبادت گاہوں اور درختوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا۔ اسی طرح جنگی منصوبوں اور طاقت کو دشمن سے مخفی رکھنا بھی حکمتِ عملی کا حصہ تھا تاکہ کامیابی کے امکانات بڑھ سکیں۔ ہیوڑ کے مطابق یہ اصول جدید فوجی اصولوں سے کافی حد تک مشابہ ہیں، لیکن ان کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں انصاف، رحم اور اخلاقی اقدار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو انہیں منفرد بناتی ہیں۔

عہد نبوی میں دفاعی اور جارحانہ حکمت عملی کا توازن

اسلام میں جنگ کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ یہ صرف جارحانہ جنگوں کی اجازت دیتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی اسلامی ریاست زیادہ تر دفاعی پوزیشن میں تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ پہلے امن اور مصالحت کو ترجیح دی، اور جنگ صرف اس وقت لڑی گئی جب دشمن نے حملہ کیا یا معاہدہ توڑ دیا۔ سورہ حج کی آیت 39 "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا" (جنگ کی اجازت ان لوگوں کو دی گئی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا) اس کی واضح دلیل ہے۔ تاہم، اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ نے جہاں ضروری سمجھا، وہاں پیشگی کارروائی بھی کی، جیسے غزوہ بنی مصطلق اور غزوہ تبوک۔ یہ "دفاعی جارحیت" (Defensive Offensiveness) کا تصور ہے، جس میں آپ دشمن کو اس کی سرزمین پر ہی روک دیتے ہیں تاکہ وہ آپ پر حملہ نہ کر سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[7]

"اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو، بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔"

یہ آیت اسلامی قانونِ جنگ کا بنیادی ترین اصول بیان کرتی ہے۔ اس میں تین اہم نکات ہیں۔ پہلا، "الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ" (جو تم سے جنگ کرتے ہیں) یعنی صرف ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم پر حملہ آور ہوں، نہ کہ ان سے جو تم سے جنگ نہیں کر رہے۔ دوسرا، "وَلَا تَعْتَدُوا" (زیادتی نہ کرو) یعنی جنگ میں بھی حدود کا خیال رکھو، جیسے عورتوں، بچوں، بوڑھوں، راہبوں، اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ تیسرا، "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" (اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا) یعنی زیادتی کرنا اللہ کے ہاں ناپسندیدہ عمل ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں جنگ کا تصور دفاعی ہے، جارحانہ نہیں۔ امام جصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں کہ اس آیت نے منسوخ کرنے والوں (ناسخین) کے دعوے کو غلط ثابت کیا ہے کہ "آیت سیف" (توبہ: 5) نے تمام جنگ کی پابندیوں کو منسوخ کر دیا۔ ان کے مطابق، یہ آیت اب بھی نافذ العمل ہے اور اس کے مطابق صرف ان سے جنگ کی جائے گی جو جنگ کر رہے ہیں۔ جدید دور میں اس آیت کے تحت مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ صرف اپنے دفاع کے لیے جنگ کریں، حملہ آور نہ بنیں۔ تاہم، جدید جنگی صورتوں میں "جو جنگ کر رہے ہیں" کی تعریف مشکل ہو سکتی ہے، کیونکہ دہشت گرد تنظیمیں بغیر

[7] البقرہ، 190

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

وردی کے کام کرتی ہیں۔ اس کے باوجود، یہ اصول ایک اخلاقی حد مقرر کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ[8]
> "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔"

اس حدیث کو اکثر لوگ اس بات کی دلیل دیتے ہیں کہ اسلام جارحانہ جنگوں کا حامی ہے، لیکن یہ تشریح درست نہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب الایمان" (ایمان کے باب) میں بیان کیا ہے، نہ کہ "کتاب الجہاد" میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق "جنگ" سے زیادہ "دعوت" سے ہے۔ علاوہ ازیں، اس حدیث کا تعلق اس وقت کے عرب مشرکین سے ہے جو مسلمانوں کو ستا رہے تھے اور ان کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ہر اس شخص سے جنگ کی جائے جو مسلمان نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دشمن جنگ نہ کرے، ان سے جنگ نہ کی جائے۔ مزید بر آں، دوسری احادیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جزویہ ادا کرنے کی شرط پر امن سے رہنے کی اجازت دی۔ اس حدیث کی روشنی میں، جدید دور میں مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ پرامن تعلقات رکھیں، انہیں اپنے مذاہب پر عمل کرنے کی آزادی دیں، اور صرف اس صورت میں جنگ کریں جب ان پر حملہ کیا جائے۔ اس حدیث کو تنہائی میں نہیں بلکہ دوسری آیات اور احادیث کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے، خاص طور پر سورہ البقرہ کی آیت 190 جو دفاعی جنگ کا حکم دیتی ہے۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "The Prophet Muhammad's approach to war consistently emphasized restraint, proportionality, and the protection of non-combatants. His military operations were almost always defensive in nature, aimed at neutralizing threats rather than territorial expansion[9]".
> "جنگ کے بارے میں نبی محمد ﷺ کا طریقہ کار مستقل طور پر تحمل (Restraint)، متناسب جواب (Proportionality)، اور غیر جنگجوؤں کے تحفظ پر زور دیتا تھا۔ ان کی فوجی کارروائیاں تقریباً ہمیشہ دفاعی نوعیت کی تھیں، جن کا مقصد علاقائی توسیع کی بجائے خطرات کو بے اثر کرنا تھا۔"

ہیورڈ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی تین اہم اصولوں پر مبنی تھی: تحمل، یعنی جنگ میں بھی اخلاقی حدود کا خیال رکھا جائے اور عورتوں، بچوں، بوڑھوں، عبادت گاہوں اور فصلوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے؛ متناسب جواب، یعنی دشمن کے حملے کا جواب ضرورت سے زیادہ نہ دیا جائے؛ اور غیر جنگجوؤں کا تحفظ، یعنی صرف جنگ میں حصہ لینے والوں کو نشانہ بنایا جائے۔ ہیورڈ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بیشتر فوجی مہمات دفاعی نوعیت کی تھیں۔ غزوۂ بدر، غزوۂ خندق اور غزوۂ تبوک بھی دفاع اور ریاستِ مدینہ کے

---

[8] امام محمد بن اسماعیل البخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب الایمان، باب الزکوۃ من الاسلام، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر: 25

[9] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. https://archive.org/details/islamic-principles-of-war.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

تحفظ کے لیے لڑی گئیں۔ ان کے مطابق یہ بات اس تصور کی تردید کرتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا گیا، بلکہ ابتدائی اسلامی ریاست اپنی بقا اور دفاع کے لیے جدوجہد کر رہی تھی۔

عہد نبوی میں اتحاد اور سفارتی حکمت عملی

طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے محض فوجی طاقت ہی کافی نہیں، بلکہ سفارتی حکمت عملی بھی اتنی ہی اہم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں کئی اہم اتحاد اور معاہدے کیے جنہوں نے مدینہ کی ریاست کو تحفظ فراہم کیا۔ ان میں سب سے اہم میثاق مدینہ (622 عیسوی) تھا جس نے یہودی قبائل کو دفاعی اتحاد میں شامل کیا۔ اس کے علاوہ، نبی اکرم ﷺ نے مختلف قبائل کے ساتھ امن معاہدے کیے، جیسے حدیبیہ کا معاہدہ (628 عیسوی) جس نے قریش کے ساتھ 10 سال کی جنگ بندی قائم کی۔ آپ نے مختلف حکمرانوں (شاہ ایران، قیصر روم، نجاشی حبشہ، مقوقس مصر) کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور سفارتی تعلقات قائم کیے۔ یہ تمام اقدامات طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے تھے۔ جب ایک طاقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے تو دوسری طاقتیں اس کے خلاف اتحاد بنا لیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس اصول کو سمجھا اور اپنی سفارتی حکمت عملی میں استعمال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[10]

"اور اگر وہ صلح (امن) کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔"

یہ آیت کریمہ اسلامی سفارتی حکمت عملی کا سنگ بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ اگر دشمن امن کی طرف مائل ہو تو تم بھی امن کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اس آیت سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی، اسلام امن کو ترجیح دیتا ہے، جنگ کو نہیں۔ دوسری، امن کی دعوت کو قبول کرنا فرض ہے، چاہے دشمن کمزور کیوں نہ ہو اور تم اسے فتح کر سکتے ہو۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کا اطلاق حدیبیہ کے معاہدے پر ہوا، جہاں نبی اکرم ﷺ نے قریش کی امن کی پیشکش قبول کی حالانکہ بعض صحابہ اس سے خوش نہ تھے۔ آپ نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے معاہدہ کیا اور بعد میں یہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس آیت کی روشنی میں، مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ امن کو ترجیح دیں اور جب بھی دشمن امن کی طرف آئے، اسے قبول کریں۔ تاہم، اس کے ساتھ احتیاط بھی ضروری ہے۔ آیت میں "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ" (اللہ پر بھروسہ کرو) کا حکم ہے، یعنی امن معاہدے کے بعد بھی اپنی حفاظت کے انتظامات جاری رکھو کیونکہ دشمن دھوکہ دے سکتا ہے۔ جدید بین الاقوامی تعلقات میں بھی یہی اصول ہے: امن معاہدے کرنے کے بعد بھی ممالک اپنی فوجی تیاریاں جاری رکھتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، حضرت بریدہ سے روایت ہے:

إِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلَكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ[11]

"جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری مانگیں تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری نہ دو، بلکہ انہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری دو۔"

[10] الانفال، 61

[11] امام مسلم بن الحجاج القشیری، "صحیح مسلم"، کتاب الجہاد والسیر، باب الامارۃ، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2015)، حدیث نمبر: 1755

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

یہ حدیث امن معاہدوں کی نوعیت کے بارے میں اہم ہدایت دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی دشمن قلعے کا محاصرہ کر رہے ہو اور وہ لوگ امان مانگتے ہوئے "اللہ کی ذمہ داری" اور "نبی کی ذمہ داری" کہیں تو انہیں یہ ذمہ داری نہ دو، بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری دو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری دو اور پھر وہ لوگ دھوکہ کریں تو اللہ اور رسول کے نام کی بے حرمتی ہو گی۔ جبکہ اگر تم اپنی ذمہ داری دو اور وہ دھوکہ کریں تو نقصان صرف تمہارا ہو گا۔ اس حدیث سے اسلامی سفارت کاری کا ایک اہم اصول ملتا ہے: امن معاہدے کرتے وقت اللہ اور رسول کے نام کو بطور ضمانت استعمال نہ کیا جائے، بلکہ انسانی ذمہ داریوں کو استعمال کیا جائے۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب دشمن کمزور ہو تو ان کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت سخت شرائط رکھنی چاہئیں تاکہ وہ دھوکہ نہ کر سکیں۔ جدید دور میں یہ اصول "Non-Aggression Pacts" اور "Peace Treaties" پر لاگو ہوتا ہے۔ جب دو ممالک امن معاہدہ کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کی خود مختاری کا احترام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، لیکن اس وعدے کو مذہبی سطح پر نہیں بلکہ سیاسی سطح پر رکھا جاتا ہے۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "The Prophet's use of consultation (shura) in military decision-making was not merely a matter of personal humility but a strategic tool that enhanced the quality of decisions, built consensus, and strengthened the morale of his followers. This principle of consultative decision-making is one of the nine Islamic Principles of War identified in this study[12]".
>
> "فوجی فیصلہ سازی میں نبی کا مشاورت (شوریٰ) کا استعمال محض ذاتی عاجزی کا معاملہ نہیں تھا بلکہ ایک حکمت عملی کا آلہ تھا جس نے فیصلوں کے معیار کو بہتر کیا، اتفاق رائے کو مضبوط کیا، اور اس کے پیروکاروں کے مورال کو مضبوط کیا۔ مشاورتی فیصلہ سازی کا یہ اصول اس مطالعے میں شناخت کیے گئے نو اسلامی اصولوں میں سے ایک ہے۔"

اس اقتباس میں ہیورڈ نے مشاورت (Shura) کے تصور کو ایک عسکری حکمت عملی کے طور پر پیش کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر، احد، اور خندق کے فیصلوں میں صحابہ سے مشورہ لیا۔ مثال کے طور پر، غزوہ بدر میں حضرت حباب بن منذر نے مشورہ دیا کہ لشکر کو پانی کے کنویں کے قریب اتارا جائے، جسے نبی نے قبول کیا۔ غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، جسے بھی قبول کیا گیا۔ ہیورڈ کے مطابق، مشاورت کے تین فوجی فوائد ہیں:

- بہتر فیصلے - جب مختلف لوگوں سے مشورہ لیا جائے تو ہر کوئی اپنے تجربے کی روشنی میں رائے دیتا ہے، جس سے فیصلے کا معیار بہتر ہوتا ہے۔
- اتفاق رائے (Consensus) - جب لوگ فیصلہ سازی میں شامل ہوتے ہیں تو وہ اس فیصلے کو اپنا سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کے لیے زیادہ پر عزم ہوتے ہیں۔

[12] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 8

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

- مورال میں اضافہ - جب سپاہی دیکھتے ہیں کہ ان کی رائے کو اہمیت دی جا رہی ہے تو ان کا جذبہ بلند ہوتا ہے۔ جدید فوجی نظاموں میں بھی "Command and Staff" کا اصول ہے جہاں کمانڈر اپنے عملے سے مشورہ لیتا ہے۔ اسی طرح جدید کارپوریٹ مینجمنٹ میں "Participatory Decision Making" کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اسلامی اصول "شوریٰ" ان جدید نظریات سے ہزار سال پہلے نافذ کیا گیا۔

حدیبیہ کا معاہدہ: طاقت کے توازن کی ایک ماہرانہ مثال

حدیبیہ کا معاہدہ (صلح حدیبیہ) 628 عیسوی (6 ہجری) میں نبی اکرم ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان ہوا۔ یہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ نے فوجی طاقت کے بجائے سفارتی حکمت عملی کو استعمال کیا۔ اس وقت مسلمان مدینہ میں ایک منظم ریاست قائم کر چکے تھے اور ان کی فوجی طاقت بڑھ رہی تھی۔ قریش بھی اپنی طاقت کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ دونوں فریقین کے درمیان ایک تعطل تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے 1,400 صحابہ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف کوچ کیا، لیکن قریش نے انہیں حدیبیہ کے مقام پر روک دیا۔ طویل مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ ہوا جس کی شرائط ظاہری طور پر مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں لیکن اس نے طویل مدتی میں مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ یہ معاہدہ طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے اور اسے اپنے حق میں موڑنے کی ایک شاہکار مثال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا[13]

"بے شک ہم نے تمہیں ایک واضح فتح عطا کی ہے۔"

یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ جب صحابہ نے سنا کہ معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے حق میں نہیں ہیں (جیسے وہ اس سال مکہ نہیں جا سکیں گے، اور اگر کوئی قریشی مسلمان ہو کر مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا)، تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ لیکن پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ نے اس معاہدے کو "فتح مبین" (واضح فتح) قرار دیا۔ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس معاہدے کے ذریعے اللہ نے مسلمانوں کو بہت سے فوائد دیے:

- قریش نے پہلی بار مسلمانوں کو ایک خودمختار ریاست کے طور پر تسلیم کیا۔
- اگلے دو سالوں میں زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کیونکہ اب جنگ نہیں ہو رہی تھی۔
- نبی اکرم ﷺ نے دوسرے حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دینے کا موقع حاصل کیا۔
- دو سال بعد جب قریش نے معاہدہ توڑا تو مکہ فتح ہو گیا۔ یہ سب اسی معاہدے کے نتیجے میں ہوا۔

اس آیت سے طاقت کے توازن کا ایک اہم سبق ملتا ہے: کبھی کبھی ظاہری طور پر کمزوری ماننا بھی طاقت کا باعث بن سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کی شرائط مان کر انہیں یقین دلایا کہ وہ فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں ہیں، جس کی وجہ سے قریش نے اپنی حفاظت میں ڈھیل دے دی اور دو سال بعد مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

---

[13] الفتح، 1

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: أَفَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا؟[14]

"میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل پر ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: کیا ہمارے شہید جنت میں نہیں جائیں گے اور ان کے مردے جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں قبول کریں؟"

یہ حدیث اس وقت کے جذبات کو بیان کرتی ہے جب صلح حدیبیہ کی شرائط سنائی گئیں۔ حضرت عمر بن خطاب جیسے مضبوط کردار والے صحابی بھی ان شرائط کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ جب ہم حق پر ہیں اور دشمن باطل پر، ہمارے شہید جنت میں جائیں گے اور ان کے جہنم میں، تو پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں قبول کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر بعد میں کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کے کفارہ کے طور پر بہت زیادہ صدقہ اور روزے رکھے۔ امام ابن حجر "فتح الباری" میں فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں

1. نبی اکرم ﷺ نے معاہدہ کرنے سے پہلے اپنے صحابہ سے مشورہ لیا تھا، لیکن جب اللہ کی طرف سے فیصلہ آ گیا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔
2. ظاہری طور پر ذلت نظر آنے والی شرائط بھی حکمت الٰہی کے تحت فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔

یہ واقعہ طاقت کے توازن کی ایک نئی جہت کھولتا ہے: بعض اوقات "طاقت کا مظاہرہ نہ کرنا" بھی طاقت ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس معاہدے سے ثابت کیا کہ آپ جنگ کے شوقین نہیں بلکہ امن کے خواہاں ہیں، جس نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کے لیے احترام پیدا کیا۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

"The Treaty of Hudaybiyyah demonstrates the Prophet's strategic genius in recognizing that military victory is not the only path to success. By accepting terms that appeared disadvantageous, he created the conditions for a strategic shift in the balance of power that ultimately led to the peaceful conquest of Mecca[15]".

"صلح حدیبیہ نبی کی اس سٹریٹجک ذہانت کو ظاہر کرتی ہے کہ کامیابی کا واحد راستہ فوجی فتح نہیں ہے۔ ظاہری طور پر نقصان دہ شرائط کو قبول کر کے، انہوں نے طاقت کے توازن میں سٹریٹجک تبدیلی کے لیے حالات پیدا کیے جس نے بالآخر مکہ کی پر امن فتح کی راہ ہموار کی۔"

ہیورڈ نے صلح حدیبیہ کو ایک "Strategic Genius" (سٹریٹجک ذہانت) کی مثال قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، نبی اکرم ﷺ نے یہ ثابت کیا کہ کامیابی صرف میدان جنگ میں فتح سے نہیں بلکہ سفارتی حکمت عملی سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ معاہدے کی شرائط ظاہری طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ تھیں:

---

[14] امام محمد بن اسماعیل البخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب المغازی، باب صلح الحدیبیہ، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر: 4100

[15] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 22https://archive.org/details/islamic-principles-of-war.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

- وہ اس سال عمرہ ادا نہیں کر سکیں گے۔
- اگلے سال جب وہ عمرے کے لیے آئیں گے تو صرف تین دن رہ سکیں گے۔
- اگر کوئی قریشی مسلمان ہو کر مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔
- قبائل کو اختیار تھا کہ وہ قریش یا مسلمانوں میں سے کسی کے ساتھ بھی اتحاد کر سکتے تھے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے دور اندیشی سے کام لیا۔

ان شرائط کے نتیجے میں:

- قریش نے پہلی بار مسلمانوں کو ایک خود مختار ریاست تسلیم کیا۔
- جنگ بندی کے دوران لوگوں کو امن ملا اور اسلام تیزی سے پھیلا۔
- دو سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ جب قریش نے معاہدہ توڑا تو مکہ بغیر خونریزی کے فتح ہو گیا۔

ہیورڈ نے یہ بھی کہا کہ یہ معاہدہ "Soft Power" (نرم طاقت) کی ایک ابتدائی مثال ہے، جہاں زبردستی کے بجائے قائل کرنے اور پرکشش ہونے سے نتائج حاصل کیے گئے۔

فتح مکہ: طاقت کے استعمال میں تحمل اور عفو و درگزر

فتح مکہ 630 عیسوی (8 ہجری) میں ہوئی جب قریش نے صلح حدیبیہ کی شرائط توڑ کر بنی بکر کو بنی خزاعہ کے خلاف مدد فراہم کی۔ نبی اکرم ﷺ نے 10,000 کے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا اور بغیر کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں پر نبی اکرم ﷺ نے طاقت کے استعمال میں تحمل اور عفو و درگزر کی ایسی مثال قائم کی جو تاریخ میں مثال ہے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا جنھوں نے آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو برسوں ستایا تھا۔ آپ نے فرمایا: "اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ" (جاؤ، تم آزاد ہو)۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے آپ کو مکہ سے نکالا تھا، آپ کے چچا حمزہ کو شہید کیا تھا، اور آپ کے خلاف کئی جنگیں لڑی تھیں۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے طاقت کا استعمال کرتے ہوئے بھی تحمل اور انسانیت کا دامن نہیں چھوڑا۔ یہ طاقت کے توازن کی ایک نئی جہت ہے: جب آپ کے پاس طاقت ہو، تب بھی اسے استعمال کرنے میں اعتدال برتو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ[16]

"برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔"

یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ جب دشمن برائی کرے تو اسے بہترین طریقے سے دفع کرو۔ اس آیت کا عملی اطلاق فتح مکہ کے موقع پر دیکھا گیا۔ قریش نے نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، وہ تاریخ کی بدترین زیادتیوں میں سے تھا۔ لیکن جب نبی اکرم ﷺ کو ان پر مکمل غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے انتقام نہیں لیا بلکہ انہیں معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "مَا تَقُولُونَ وَمَا تَظُنُّونَ؟" (تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو؟) انہوں نے کہا: "نَظُنُّ خَيْرًا وَأَخٌ كَرِيمٌ وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ" (ہم اچھا گمان کرتے ہیں، آپ ایک بھائی ہیں جو کریم ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں)۔ آپ

[16] المؤمنون، 96

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

نے فرمایا:"أَقُولُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوسُفُ لِإِخْوَتِهِ: لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ"(میں تم سے ویسا ہی کہتا ہوں جیسا یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں)۔ اس آیت کی روشنی میں، جدید دور میں جب مسلمان ممالک کے پاس طاقت ہو، تو انہیں چاہیے کہ وہ اسے انتقام کے لیے استعمال نہ کریں بلکہ معافی اور صلح کے لیے استعمال کریں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا:

> إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، أَلَا إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي، وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي، إِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ[17]
>
> "بے شک اللہ نے مکہ سے ہاتھی کو روک دیا تھا (ابو لہب کے زمانے میں) اور اس پر اپنے رسول اور مومنین کو مسلط کر دیا ہے، سن لو! یہ میرے سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہ ہو گا، یہ تو مجھے صرف دن کے ایک حصے کے لیے حلال کیا گیا تھا۔"

یہ حدیث فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ایک تاریخی خطاب کو بیان کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مکہ ایک مقدس شہر ہے جہاں اللہ نے ہاتھی والوں کو تباہ کیا تھا (سورہ الفیل)۔ یہ شہر میرے سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا کہ وہ یہاں خون بہائے، اور میرے بعد بھی کسی کے لیے حلال نہیں ہو گا۔ یہ مجھے صرف ایک گھڑی کے لیے حلال کیا گیا تھا جب میں یہاں فتح کر کے داخل ہوا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت کسی قسم کا خون نہیں بہایا، سوائے ان چند لوگوں کے جنہوں نے مزاحمت کی یا جو عدالتی سزاوں کے مستحق تھے۔ آپ نے مکہ کو مقدس شہر کا درجہ دیتے ہوئے اسے جنگ سے پاک رکھا۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عظیم طاقت کے باوجود (جب آپ کے پاس 10,000 کا لشکر تھا) اسے استعمال کرنے میں انتہائی تحمل سے کام لیا۔ آپ نے یہ ظاہر کیا کہ طاقت کا استعمال صرف اسی حد تک کیا جائے جتنی ضروری ہو، اس سے زیادہ نہیں۔ جدید دور میں اس کا اطلاق ان ممالک پر ہوتا ہے جو فوجی طاقت رکھتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی طاقت کو صرف دفاع کے لیے استعمال کریں، اور جب دشمن کو شکست دے دیں تو معافی اور انسانیت کا دامن نہ چھوڑیں۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "The principle of Restraint, which is one of the nine Islamic Principles of War, was most clearly demonstrated during the conquest of Mecca. Despite having overwhelming military power and the opportunity to exact revenge on his former persecutors, the Prophet Muhammad chose forgiveness over vengeance[18]".
>
> " تحمل (Restraint) کا اصول، جو نو اسلامی اصولوں میں سے ایک ہے، سب سے زیادہ واضح طور پر فتح مکہ کے دوران ظاہر ہوا۔ زبردست فوجی طاقت اور اپنے سابق ظالموں سے بدلہ لینے کا موقع ہونے کے باوجود، نبی محمد ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے معافی کو ترجیح دی۔"

[17] امام محمد بن اسماعیل البخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب المغازی، باب دخول النبی ﷺ مکہ وأمرہ بحرب بن أبي سفیان، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر: 4130

[18] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 25.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

ہیورڈ نے فتح مکہ کو "Restraint" (تحمل / پابندی) کے اصول کی بہترین مثال قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، نبی اکرم ﷺ کے پاس اتنی فوجی طاقت تھی کہ آپ مکہ کے تمام باشندوں کو قتل کر سکتے تھے، خاص طور پر وہ لوگ جو آپ کے سب سے بڑے دشمن تھے: ابو سفیان، ہندہ (جس نے حمزہ کا جگر چبایا)، عکرمہ بن ابو جہل، وغیرہ۔ لیکن آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "لاَ تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ، وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" (آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)۔ ہیورڈ نے یہ بھی کہا کہ یہ اصول "Restraint" جدید بین الاقوامی قانون کے اصول "Proportionality" (متناسب جواب) سے ملتا ہے، لیکن اس سے بھی آگے بڑھ کر "عفو و درگزر" کی دعوت دیتا ہے۔ جدید جنگوں میں، خاص طور پر دہشت گردی کے خلاف جنگ میں، مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اس اصول پر عمل کریں: حتیٰ کہ جب ان کے پاس طاقت ہو، تب بھی وہ اسے بے جا استعمال نہ کریں، معصوم شہریوں کو بچائیں، اور جب دشمن ہتھیار ڈال دے تو اسے معاف کرنے کا موقع دیں۔ ہیورڈ نے اسے "Moral High Ground" (اخلاقی برتری) کا نام دیا ہے، جہاں آپ دشمن کو اخلاقی طور پر بھی شکست دے دیتے ہیں۔

عصری تناظر میں طاقت کا توازن

جدید دور میں طاقت کا توازن کا تصور نیوکلیئر ہتھیاروں، بین الاقوامی اتحادوں، اور عالمی سپر پاورز کے درمیان مسابقت کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ نیوکلیئر ڈیٹرنس کا نظریہ کہتا ہے کہ جب دو ممالک کے پاس نیوکلیئر ہتھیار ہوں اور وہ ایک دوسرے کو مکمل تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تو ان کے درمیان براہ راست جنگ کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ یہ اصول عہد نبوی میں سورہ الانفال کی آیت 60 ("وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة") کے عملی اطلاق کی ایک جدید شکل ہے۔ اسی طرح، اتحادی نظام جیسے NATO (شمالی اوقیانوس کی معاہدہ تنظیم)، شنگھائی تعاون تنظیم (SCO)، اور BRICS (برازیل، روس، ہندوستان، چین، جنوبی افریقہ) بھی طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ میثاق مدینہ کی جدید مثال ہیں جہاں مختلف ممالک مشترکہ دفاع کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ زبیگنیو برزنسکی (Zbigniew Brzezinski) بیان کرتے ہیں:

> "The balance of power is not a static concept but a dynamic one. It involves the continuous assessment of threats and capabilities, the formation of alliances, and the strategic use of economic and military resources to prevent any single power from achieving dominance[19]".
>
> "طاقت کا توازن ایک جامد تصور نہیں بلکہ ایک متحرک تصور ہے۔ اس میں خطرات اور صلاحیتوں کا مسلسل جائزہ لینا، اتحاد بنانا، اور کسی ایک طاقت کو غلبہ حاصل کرنے سے روکنے کے لیے اقتصادی اور فوجی وسائل کا اسٹریٹجک استعمال شامل ہے۔"

زبیگنیو برزنسکی (1928–2017) امریکی پولینڈ کے مشہور ماہر سیاسیات تھے جنہوں نے صدر جمی کارٹر کے قومی سلامتی کے مشیر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ان کی یہ کتاب "Strategic Vision: America and the Crisis of Global

[19]Zbigniew Brzezinski, "Strategic Vision: America and the Crisis of Global Power," (New York: Basic Books, 2012), p. 45

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

2012 "Power" میں شائع ہوئی۔ اس اقتباس میں انہوں نے طاقت کے توازن کو ایک متحرک (Dynamic) تصور قرار دیا ہے، جو مسلسل بدلتا رہتا ہے۔ ان کے مطابق، طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں

- خطرات اور صلاحیتوں کا مسلسل جائزہ- ہر ملک کو یہ جاننا ہوتا ہے کہ اس کے ممکنہ دشمن کیا منصوبے بنا رہے ہیں اور ان کے پاس کتنی طاقت ہے۔
- اتحادات کا قیام- جب کوئی ایک طاقت بہت زیادہ بڑھ جائے تو دوسری طاقتیں اس کے خلاف اتحاد بنا لیتی ہیں۔
- وسائل کا اسٹریٹجک استعمال- صرف فوجی طاقت ہی نہیں بلکہ اقتصادی اور سفارتی وسائل بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

عہد نبوی میں بھی یہی اصول لاگو تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے خطرات کا مسلسل جائزہ لیا، مدینہ کے قبائل کے ساتھ اتحاد بنایا (میثاق مدینہ)، اور فوجی اور سفارتی وسائل کو اسٹریٹجک طور پر استعمال کیا۔ برزنسکی کا یہ نظریہ بہت حد تک اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔ وولفگینگ ڈین (Wolfgang Dane) بیان کرتے ہیں:

> "The global balance of power is the main safeguard against major wars. When power is relatively evenly distributed among the leading states, the likelihood of conflict decreases because no single state can be confident of victory[20]".
>
> "طاقت کا عالمی توازن بڑی جنگوں کے خلاف سب سے بڑا تحفظ ہے۔ جب طاقت سرکردہ ریاستوں کے درمیان نسبتاً یکساں طور پر تقسیم ہوتی ہے تو تنازع کے امکانات کم ہو جاتے ہیں کیونکہ کوئی بھی ایک ریاست فتح کے بارے میں یقین نہیں کر سکتی۔"

ڈاکٹر وولفگینگ ڈین جرمنی کے ایک مشہور ماہر سیاسیات ہیں جنہوں نے برلین فری یونیورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات پر تدریس دی۔ ان کے اس اقتباس میں طاقت کے توازن کو "بڑی جنگوں کے خلاف سب سے بڑا تحفظ" قرار دیا گیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب طاقت ایک سے زیادہ ریاستوں میں تقسیم ہوتی ہے (یعنی کوئی ایک سپر پاور نہیں ہوتی)، تو کوئی بھی ریاست دوسری پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتی کیونکہ اسے یقین نہیں ہوتا کہ وہ فتح یاب ہوگی۔ اس کے برعکس، جب ایک ریاست بہت زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے تو وہ دوسروں پر حملہ کر سکتی ہے۔ یہ تصور عہد نبوی میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ جب مسلمان مدینہ میں کمزور تھے، قریش نے بار بار حملہ کیا۔ لیکن جب مسلمان طاقتور ہو گئے اور انہوں نے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا تو قریش نے حملہ کرنے کی جرات نہیں کی۔ ڈین نے یہ بھی کہا کہ سرد جنگ کے دوران امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان نیوکلیئر ہتھیاروں نے " Mutually Assured Destruction" (MAD) کے ذریعے بڑی جنگ کو روکے رکھا، کیونکہ دونوں جانتے تھے کہ جنگ میں کوئی فاتح نہیں ہوگا۔ یہ تصور سورہ الانفال کی آیت 60 ("تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ") کے عملی اطلاق کی جدید شکل ہے۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

> "The Islamic Principles of War identified in this study, derived from the Prophet's practice, are not merely historical artifacts but have direct relevance to twenty-first-century warfare.

[20] Wolfgang Dane, "The Balance of Power in World Politics: Theory and Evidence," (Berlin: Springer, 2015), p. 112.

They provide a framework for Islamic armed forces to conduct operations with both effectiveness and moral responsibility[21]".

"اس مطالعے میں شناخت کیے گئے اسلامی اصول، جو نبی کے عمل سے اخذ کیے گئے ہیں، محض تاریخی نمونے نہیں ہیں بلکہ اکیسویں صدی کی جنگ میں براہ راست مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ اسلامی مسلح افواج کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی کارروائیاں مؤثر اور اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ انجام دے سکیں۔"

ہیورڈ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی سے اخذ کیے گئے اسلامی اصول صرف تاریخی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ آج کے دور کی جنگوں میں بھی مؤثر طور پر نافذ کیے جاسکتے ہیں۔ ان اصولوں پر عمل کرنے سے فوجی کارروائیاں زیادہ کامیاب اور منظم ہو سکتی ہیں، جبکہ معصوم شہریوں کے تحفظ اور اخلاقی ذمہ داریوں کو بھی یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ ہیورڈ کا خیال ہے کہ جدید جنگی حالات، جیسے ڈرون حملے، سائبر جنگ اور شہری علاقوں میں ہونے والی لڑائیاں، ان اصولوں کی روشنی میں زیادہ ذمہ دارانہ انداز میں لڑی جاسکتی ہیں۔ ان کی تحقیق اسلامی عسکری حکمتِ عملی کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ایک اہم کوشش ہے۔

جدید دور میں اسلامی عسکری حکمت عملی کے اطلاق کے چیلنجز

اگرچہ عہد نبوی میں طاقت کے توازن کے اصول بہت مؤثر ثابت ہوئے، لیکن انہیں جدید دور میں لاگو کرتے وقت کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ جدید جنگیں روایتی ریاستوں کے درمیان نہیں بلکہ ریاستوں اور غیر ریاستی عوامل (جیسے دہشت گرد تنظیمیں) کے درمیان لڑی جاتی ہیں۔ یہ تنظیمیں نہ تو بین الاقوامی قوانین کی پابندی کرتی ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی واضح فوجی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ دوسرا چیلنج جدید ہتھیاروں کی تباہ کن طاقت ہے، جیسے نیوکلیئر ہتھیار، کیمیائی ہتھیار، اور بائیولوجیکل ہتھیار۔ اگر یہ ہتھیار استعمال ہو جائیں تو لاکھوں لوگ مر سکتے ہیں۔ تیسرا چیلنج "غیر متناسب جنگ" (Asymmetric Warfare) ہے جہاں ایک فریق کے پاس جدید ترین ہتھیار ہوتے ہیں جبکہ دوسرا فریق گوریلا جنگ اور خودکش حملوں کا سہارا لیتا ہے۔ چوتھا چیلنج میڈیا اور پروپیگنڈا ہے، جہاں جنگ کا میدان صرف زمین پر نہیں بلکہ ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا پر بھی ہوتا ہے۔ مصنفین (ہیورڈ کے حوالے سے) بیان کرتے ہیں:

"The current domestic and international environment that Islamic States face is so different from any past era due to the singular lethality and reach of modern weaponry, the erosion of the state's monopoly on force, and the increasingly intrusive and distorting role of 24/7 media coverage[22]".

"اسلامی ریاستوں کو درپیش موجودہ داخلی اور خارجی ماحول کسی بھی پچھلے دور سے اتنا مختلف ہے جتنا جدید اسلحے کی مہلکیت اور رسائی، طاقت پر ریاست کی اجارہ داری کے خاتمے، اور 24/7 میڈیا کوریج کے بڑھتے ہوئے مداخلت پسندانہ اور مسخ کرنے والے کردار کی وجہ سے ہے۔"

[21] Wolfgang Dane, "The Balance of Power in World Politics: Theory and Evidence," (Berlin: Springer, 2015), p. 112.

[22] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 35,

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

ہیورڈ نے ان چیلنجز کا ذکر کیا ہے جو اسلامی ریاستوں کو جدید دور میں درپیش ہیں۔ پہلا چیلنج جدید اسلحے کی تباہ کن طاقت ہے۔ آج ایک چھوٹا سا نیوکلیئر ہتھیار پوری آبادی کو تباہ کر سکتا ہے، جبکہ عہد نبوی میں تلوار اور نیزے استعمال ہوتے تھے۔ دوسرا چیلنج "ریاست کی طاقت پر اجارہ داری کا خاتمہ" ہے، یعنی آج کل غیر ریاستی عوامل (جیسے دہشت گرد تنظیمیں) بھی بھاری اسلحہ رکھتے ہیں اور ریاستوں کے خلاف جنگ کر سکتے ہیں۔ تیسرا چیلنج 24/7 میڈیا کوریج ہے، جہاں ہر فوجی کارروائی کو فوری طور پر ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا پر دکھایا جاتا ہے۔ اگر کسی فوجی کارروائی میں ایک معصوم شہری بھی مر جائے تو وہ پوری دنیا میں "جنگی جرائم" کے طور پر پیش کی جاتی ہے، چاہے وہ حادثاتی ہی کیوں نہ ہو۔ ہیورڈ کے مطابق، ان چیلنجز کے باوجود اسلامی اصول لاگو کیے جا سکتے ہیں، لیکن انہیں جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ہو گا۔ مثال کے طور پر، "Restraint" کے اصول کا اطلاق اب صرف معصوم شہریوں کی حفاظت تک محدود نہیں بلکہ انفراسٹرکچر (بجلی، پانی، اسکول، ہسپتال) کی حفاظت تک بھی بڑھانا ہو گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ[23]

"دشمن سے ملاقات (جنگ) کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو، اور جب تم ان سے ملو تو صبر کرو، اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"

یہ حدیث عسکری حکمت عملی کا ایک اہم اصول بیان کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جنگ کی تمنا نہ کریں، بلکہ اللہ سے عافیت (امن اور سلامتی) مانگیں۔ لیکن اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو پھر صبر کریں اور جان لیں کہ شہادت کی فضیلت ہے۔ یہ حدیث اسلام کے امن پسند پہلو کو ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان جنگ کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ امام ابن حجر "فتح الباری" میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "عافیت" سے مراد جنگ سے بچنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود کئی بار فرمایا کہ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ" (اے اللہ! میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں)۔ اس حدیث کو جدید دور میں اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلم ممالک کو ہمیشہ امن اور سفارت کاری کو ترجیح دینی چاہیے۔ انہیں طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ دشمن ان پر حملہ نہ کر سکے (جیسا کہ سورہ الانفال آیت 60 میں حکم دیا گیا ہے)، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خود جنگ شروع کر دیں۔ جب کسی بھی مسلم ملک پر حملہ ہو، تو اسے اپنا دفاع کرنا چاہیے، لیکن دفاع میں بھی حدود کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لیے بھی تنبیہ ہے جو جنگ کو معمول بنا لیتے ہیں یا دوسروں کو جنگ پر اکسانے کا کام کرتے ہیں۔ جوئل ہیورڈ (Joel Hayward) بیان کرتے ہیں:

"Despite the challenges, Islamic Principles of War offer a viable framework for modern Islamic armed forces. They provide guidance on the legitimate use of force, the protection of non-combatants, and the importance of moral conduct even in the midst of battle. What is needed now is for Islamic states to invest in doctrinal development and professional military education based on these principles[24]".

[23] امام محمد بن اسماعیل البخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب الجہاد والسیر، باب تمنی لقاء العدو، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر: 2966

[24] Joel Hayward, "Islamic Principles of War for the Twenty-First Century," (London: King's College London & Islamic College, 2020), p. 40, https://archive.org/details/islamic-principles-of-war

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

"چیلنجز کے باوجود، اسلامی اصول جنگ جدید اسلامی مسلح افواج کے لیے ایک قابل عمل فریم ورک پیش کرتے ہیں۔ وہ طاقت کے جائز استعمال، غیر جنگجوؤں کے تحفظ، اور جنگ کے دوران بھی اخلاقی کردار کی اہمیت پر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی ریاستیں ان اصولوں پر مبنی نظریاتی ترقی اور پیشہ ورانہ فوجی تعلیم میں سرمایہ کاری کریں۔"

ہیورڈ کے مطابق اسلامی جنگی اصولوں کو جدید دور میں مؤثر طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی اور تیاری ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلامی ممالک کو اپنے فوجی تعلیمی اداروں میں ان اصولوں کی تعلیم دینی چاہیے اور انہیں فوجی نظریات کا حصہ بنانا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے مزید تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ان اصولوں کا اطلاق جدید جنگی حالات میں بہتر انداز سے کیا جا سکے۔ اسی طرح قوانین میں ان اصولوں کو شامل کرنا اور فوجی افسران و سپاہیوں کی مناسب تربیت بھی ضروری ہے۔ ہیورڈ خاص طور پر تحمل اور متناسب جواب کے اصولوں کو جدید جنگوں میں انتہائی اہم قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق، ان اصولوں پر عمل کرنے سے اسلامی فوجیں نہ صرف اپنی جنگی کارکردگی بہتر بنا سکتی ہیں بلکہ عالمی سطح پر اپنی اخلاقی ساکھ اور مثبت اثر و رسوخ میں بھی اضافہ کر سکتی ہیں۔

نتائج

* عہد نبوی میں طاقت کا توازن ایک متحرک تصور تھا جس میں دفاعی تیاری (سورہ الانفال:60)، اتحاد سازی (میثاق مدینہ)، اور سفارتی حکمت عملی (صلح حدیبیہ) شامل تھی۔ یہ تینوں عناصر آج بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں۔
* غزواتِ نبوی (بدر، احد، خندق) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عددی برتری ہی واحد عنصر نہیں ہے؛ حکمت عملی، پوزیشننگ، اعلیٰ مورال، اور قیادت بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ غزوہ بدر میں 313 نے 1000 کو شکست دی اور غزوہ خندق میں خندق نے 10,000 کو بے اثر کر دیا۔
* اسلام میں جنگ کا تصور بنیادی طور پر دفاعی ہے، جیسا کہ سورہ البقرہ آیت 190 ("وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ") سے ظاہر ہے۔ جارحانہ جنگوں کی اجازت نہیں ہے، اور "Restraint" (تحمل) کا اصول ہر حال میں لاگو ہوتا ہے۔
* جوئل ہیورڈ نے نبی اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملیوں سے نو اصول اخذ کیے ہیں: فضیلت والا مقصد، جواز، کمان کی وحدت، مشاورتی فیصلہ سازی، جارحانہ کارروائی، دفاعی حفاظت، مورال، تحمل، اور دھوکہ۔ یہ اصول اکیسویں صدی میں بھی لاگو کیے جا سکتے ہیں۔
* صلح حدیبیہ طاقت کے توازن کی ایک ماہرانہ مثال ہے جہاں ظاہری طور پر نقصان دہ شرائط کو قبول کر کے نبی اکرم ﷺ نے طویل مدتی میں فائدہ حاصل کیا۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ کامیابی کا واحد راستہ فوجی فتح نہیں ہے۔
* فتح مکہ میں نبی اکرم ﷺ نے زبردست فوجی طاقت ہونے کے باوجود تحمل اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی عسکری حکمت عملی میں اخلاقی اقدار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

* جدید دور میں طاقت کے توازن کا تصور نیوکلیئر ڈیٹرنس (MAD)، اتحادی نظام (SCO،NATO)، اور عالمی سپر پاورز کے درمیان مسابقت کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ یہ تصور عہد نبوی کے اصولوں ("وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة") کے جدید اطلاق کی ایک شکل ہے۔
* جدید دور میں اسلامی عسکری حکمت عملی کو لاگو کرتے وقت کئی چیلنجز ہیں: جدید اسلحے کی تباہ کن طاقت، غیر ریاستی عوامل کا وجود، غیر متناسب جنگ (Asymmetric Warfare)، اور 24/7 میڈیا کوریج۔
* ہیورڈ کی تحقیق کے مطابق، عہد نبوی کے عسکری اصول نہ صرف تاریخی دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ جدید اسلامی فوجوں کے لیے ایک قابل عمل فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔ ان اصولوں پر مبنی نظریاتی ترقی اور فوجی تعلیم کی ضرورت ہے۔
* اسلامی عسکری حکمت عملی میں "Restraint" (تحمل) اور "Proportionality" (متناسب جواب) کے اصول جدید بین الاقوامی قانون (جنیوا کنونشنز) سے ہم آہنگ ہیں اور درحقیقت ان سے بھی آگے بڑھ کر معافی اور عفو و درگزر کی تلقین کرتے ہیں۔

سفارشات

* عسکری حکمتِ عملی میں اخلاقی اصولوں اور انصاف کو شامل کیا جائے۔
* علاقائی و بین الاقوامی استحکام کے لیے مضبوط سفارتی تعلقات اور اتحاد قائم کیے جائیں۔
* دفاعی تیاری اور انٹیلی جنس نظام کو مزید مؤثر بنایا جائے۔
* تنازعات کے حل کے لیے مذاکرات اور مصالحتی طریقوں کو ترجیح دی جائے۔
* عصری سکیورٹی مطالعات میں نبوی عسکری حکمتِ عملی پر مزید تحقیق کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

مصادر و مراجع

* القرآن الکریم۔
* ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2019۔
* البخاری، امام محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔
* مسلم بن الحجاج القشیری، امام۔ صحیح مسلم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2015۔
* Brzezinski, Zbigniew. Strategic Vision: America and the Crisis of Global Power. New York: Basic Books, 2012.
* Dane, Wolfgang. The Balance of Power in World Politics: Theory and Evidence. Berlin: Springer, 2015.
* Hayward, Joel. Islamic Principles of War for the Twenty-First Century. London: King's College London & Islamic College, 2020.
* Archive.org